Oriental College Magazine, Vol.101, No. 04, Serial No. 382, 2025

مکاتیب غالب بنام منشی شیو نرائن آرامؔ: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

عطاء الرحمن میو، پی ایچ ڈی
پروفیسر اُردو، سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

حافظہ عائشہ صدیقہ
پی ایچ ڈی سکالر (اُردو)، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی

Ghalib's Letters for Shive Narain Aram Research and Critical Review

Prof. Atta ur Rehman
Department of Urdu, Superior University, Lahore

Hafiza Ayesha Saddiqa
PhD Research Scholar (Urdu)
Lahore College for Women University, Lahore

Abstract

Ghalib is one of the most prominent poets of his time. He has a great impact on Urdu literature. Not only his poetry but also other genere has great literary values. His letters are extremely interesting having historical, linguistic values. His letters not only a source of communication but they also have an immense world of imagination, care, love, happiness and sorrows and situations of that time and even weather's Condition. Due to great literary importance, many writers, researchers compile his letters. In this article letters of Ghalib written to Munshi Shiv Narain has been discussed.

Keywords:
Ghalib, Urdu literature, Ghalib's letters, Munshi Shiv Narain

غالب کے خطوط انتہائی دلچسپ، پر مغز، تاریخی، عصری شعور کے حامل، ادبیت سے بھرپور، تخلیقیت کے مظہر، تنقیدی و تحقیقی اسلوب کے عمدہ نظائر، لسانی باریکیوں اور نزاکتوں کی اصلاحوں اور عمدہ مثالوں سے مزین ہیں۔ القاب وآداب کا نیا ڈھنگ ان خطوط کا وتیرہ ہے۔ بات کہنے کا وہ سلیقہ گویا بالمشافہ روبرو محو گفتگو ہوں۔ اختتام ایسا کہ بچھڑ جانے پر افسردہ ہوں۔ حلیہ نگاری، ہاری و بیماری، خوشی و غمی، لہو ولعب، غرض یہ کہ شاید ہی زندگی کا کوئی پہلو ایسا ہو جو ان کے رشحات سے بچ پایا ہو۔ اسی بنا پر ان خطوط کا مطالعہ اور تدریس مختلف تعلیمی درجوں میں، درسی کتابوں کا حصہ بنا کر نژادِ نو کو اردو زبان کے صحیح ذوق اور ادبیت سے روشناس کرایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ابوالکلام کے خطوط "غبار خاطر" اس ذوق کو مہمیز لگا سکتے ہیں۔

غالب کی زندگی میں ان کے خطوط اشاعتی مراحل طے کر چکے تھے۔ ان کے خطوط کی بازیافت اور تالیف و ترتیب کے لیے غالب کے عہد سے لے کر آج تک مختلف محققین نے متاعِ حیات صرف کیے رکھی۔ مولوی مہیش پرشاد (خطوط غالب)، مولوی غلام رسول مہر (خطوط غالب)، مولانا امتیاز علی خاں عرشی (مکاتیب غالب)، پرتھوی چند (مرقع غالب)، آفاق حسین آفاق (نادرات غالب) مرزا محمد عسکری (ادبی خطوط غالب)، خلیق انجم (غالب کی نادر تحریریں)، سید مرتضیٰ حسین فاضل (عود ہندی اور اردوئے معلی) خلیق انجم (غالب کے خطوط، پانچ جلدیں)، ان میں غالب کے تمام خطوط جو اب تک دستیاب ہو سکے، تعداد ۸۷۳ ہے۔ انھیں میں خطوط غالب مرتبہ، مولانا غلام رسول مہر بھی شامل ہیں، جن کی تعداد ۷۶۳ ہے۔ مولانا غلام مہر کے مرتبہ خطوط میں منشی شیونرائن آرام کے نام غالب کے لکھے گئے خطوط کے متن کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جس کے لیے "غالب کے خطوط" کو بنیادی نسخے بنا کر اس سے منشی شیونرائن آرام کے نام مکاتیب کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

غلام رسول مہر کے مرتبہ "خطوط غالب" (کامل) میں منشی شیونرائن آرام[1] کے نام غالب کے ۳۵ مکاتیب شامل ہیں لیکن جب ان خطوط کی ترتیب / سلسلہ نمبر کا جائزہ لیا گیا تو یہ ۳۴ مکاتیب ہیں۔ سلسلہ نمبر ۱۴ کے بعد خط نمبر ۱۶ موجود ہے لیکن خط نمبر پندرہ کتاب میں شامل نہیں ہے۔ صفحہ نمبر ۲۵۲ پر خط نمبر ۱۴ ہے جو ص ۲۵۳ پر "اختتامی کلمات" مرسلہ چہار شنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸، غالب پر ختم ہے، اس سے آگے سلسلہ نمبر ۱۵ کا خط ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کی بجائے خط نمبر ۱۶ شامل اشاعت ہے، جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

> "برخوردار!
>
> آج اس وقت تمھارا خط مع لفافوں کے لفافے آیا۔ دل خوش ہوا۔ میں اپنے مزاج سے ناچار ہوں۔ یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجھ کو پسند نہیں۔ آگے جو تم نے مجھے تھے (۲) وہ بھی میں نے دوستوں میں بانٹ دیے"۔ (ص: ۲۵۳)

خط نمبر ۱۴ کا آغاز اس طرح ہے:

"بھائی، یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے"۔(ص:۲۵۲)

"غالب کے خطوط" مرتبہ خلیق انجم، جلد سوم میں صفحہ نمبر ۱۰۶۶،۱۰۶۵ پر ترتیب کے لحاظ سے یہ خط نمبر ۱۵ شمار کیا گیا ہے۔

خلیق انجم کے مرتبہ "غالب کے خطوط" جلد سوم میں منشی شیو نرائین آرامؔ کے نام غالبؔ کے لکھے گئے خطوط کی تعداد ۳۶ ہے جو صفحہ ۱۰۴۸ سے صفحہ ۱۰۸۶ پر مبنی ہے۔

تحقیق میں کوئی بات حتمی نہیں ہوتی اور نہ ہی تحقیقی نتائج کو حرف آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ تحقیق مسلسل کھوج و جستجو کا عمل ہے۔ جو جتنی محنت اور دقت نظری سے کام لے گا، تحقیقی نتائج اتنے ہی بہتر حاصل ہوں گے۔ غلام رسول مہرؔ نے حتی المقدور سعی و جہد سے تحقیقی مسافتیں طے کر کے "خطوط غالب، کامل"، جس میں کل ۷۶۳ غالب کے خطوط شامل ہیں، کے تعارف میں لکھا ہے:

"اس مجموعے میں میرزا کے وہ تمام خطوط آگئے ہیں، جن کا مرتب کو سراغ مل سکا۔ صرف دو مجموعوں کو چھوڑا گیا۔ ایک مکاتیب مالک رام کا مجموعہ، دوسرا منشی نبی بخش حقیرؔ کے نام خطوط کا وہ مجموعہ جو "نادراتِ غالب" کے نام سے چھپا۔ تمام خطوط تاریخ وار مرتب کر دیے گئے ہیں۔ جن خطوط پر تاریخیں ثبت نہیں تھیں، ان کے بارے میں داخلی شہادتوں کی بنا پر قیاساً فیصلہ کیا گیا کہ وہ کس زمانہ کے ہوں گے۔ اغلب ہے قیاس درست ہوں، اگر کہیں لغزش ہوئی ہو تو اسے مرتب کی سعی نارسا کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔(۳)

محقق / مدون / مرتب کا یہ وصف ہے کہ اپنے کئے ہوئے کام پر اترانے کی بجائے کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ کام میں کمی، کوتاہی یا لغزش اس کی ذمہ داری ہے، جو ادبدا کر نہیں ہوئی، ہاں انجانے میں یا ماخذات تک رسائی نہ ہونے کی بنا پر ہو سکتی ہے، اس لیے قاری کی نشاندہی پر یا دوسرے محققین کی نگاہ میں یا دسترس میں اس موضوع سے متعلقہ مواد یا ماخذ آتے ہیں تو وہ اسے مزید بہتر بنا سکتے ہیں۔ خلیق انجم کے مرتبہ "غالب کے خطوط کی تعداد" ۸۷۳ ہے، جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

مرزا ہرگوپال تفتہؔ کے نام غالبؔ کے ۱۲۳ خطوط ہیں

نواب کلب علی خاں	۷۶

منشی نبی بخش حقیر	۷۱
نواب علاؤالدین خاں علائی	۵۷
میر مہدی مجروح	۵۰
نواب یوسف علی خاں ناظم	۴۰
منشی شیو نرائن آرام	۳۶
میاں داد خاں سیاح	۳۵
قاضی عبدالجمیل جنون	۳۰
چودھری عبدالغفور سرور	۲۷
خواجہ غلام غوث خاں بے خبر	۲۵
حکیم غلام نجف خاں	۳۳
میر غلام حسنین قدر بلگرامی	۲۲
نواب انورالدولہ سعدالدین خاں شفق	۲۰ (۴)

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ خلیق انجم نے مرتبہ "غالب کے خطوط" جلد سوم میں منشی شیو نرائن آرام کے نام غالب کے خطوط تلاش و جستجو کے بعد ۳۶ شامل کیے ہیں۔ خط نمبر ۱ کا آغاز فارسی شعر سے ہوتا ہے جو یہ ہے:

گمانِ زیست بود بر منت زِ بے دردی　　　بد است مرگ و لے بد تر از گمانِ تو نیست

اختتام یوں ہے:

یکشنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸　　　غالبِ بے نوا (۵)

خطوطِ غالب، کامل، مرتبہ: غلام رسول مہر میں خط نمبر ۱ کے آخر میں سال تحریر رقم نہیں ہے جبکہ غالب کے خطوط مرتبہ خلیق انجم میں یہ خط نمبر ۲ ہے اور آخر میں سال تحریر ۱۸۵۸ درج ہے۔ حواشی میں اس کی وضاحت کی ہے کہ خط پر تاریخ تحریر نہیں، قصیدے کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۸ میں لکھا گیا، گویا یہ قیاسی تصحیح ہے۔ (۶) خط نمبر ۳ کے اختتام پر غلام رسول مہر نے تاریخ ۱۷ ستمبر ۱۸۵۸ روز جمعہ درج کی ہے۔ (۷) خلیق انجم کے ہاں یہ خط نمبر ۴ ہے اور اختتامی تحریر روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ ہے۔ (۸) مہر نے خط نمبر ۵ میں تاریخ اختتام درج نہیں کی۔ (۹) جبکہ خلیق انجم نے قیاسی تحقیق / تصحیح کے اختیار استعمال کرتے

ہوئے، ستمبر ۱۸۵۸ درج کی ہے، جو ان کے ہاں ترتیب کے لحاظ سے خط نمبر ۶ ہے۔(۱۰) مہر نے خط نمبر ۷ کے اختتام پر تاریخ / سال درج نہیں کیا جبکہ خلیق انجم نے اختتام پر اکتوبر ۱۸۵۸ دیگر شواہدات کی روشنی میں درج کیا ہے۔(۱۱) ان کے ہاں یہ خط نمبر ۸ ہے۔

مہر نے خط نمبر ۹ جو خلیق کے ہاں بہ ترتیب نمبر ۱۰ ہے، اختتام پر "نگاشتہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸" درج کیا ہے، دن نہیں لکھا، خلیق نے انجم نے نگاشتہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ درج کیا ہے۔(۱۲) مہر کے ہاں خط نمبر ۱۲ کے اختتام پر "از اسد اللہ مضطرب" درج ہے۔(۱۳) خلیق انجم کے ہاں ترتیب کے لحاظ سے یہ خط نمبر ۱۳ ہے اور اختتام پر " از اسد مضطرب " درج ہے ۔(۱۴) مہر نے خط نمبر ۱۳ کے اختتام پر " روز دو شنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ درج کیا ہے ۔(۱۵) خلیق انجم کے ہاں یہ ترتیب کے لحاظ سے چودھواں خط ہے، انہوں نے صبح روز شنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ لکھا ہے۔(۱۶) "خطوط غالب کامل" مرتبہ غلام رسول مہر، خط نمبر ۱۴ کے بعد خط نمبر ۱۵ کی بجائے خط نمبر ۱۶ ہے، جو سہو کاتب بھی ہو سکتا ہے یا پروف خوانی کی عدم توجہی، اسی تسامح کی بنا پر منشی شیو نرائن کے نام غالب کے محررہ خطوط کی تعداد "خطوط غالب کامل" میں ۳۵ کی بجائے ۳۴ بنتی ہے۔

خط نمبر ۱۶ کی ترتیب مہر اور خلیق کے ہاں یکساں ہے۔ خط نمبر ۱۷، خط نمبر ۱۸ کی ترتیب بھی اور متن بھی یکساں ہے۔ غالب کے خطوط، جلد سوم میں خط نمبر ۱۹ خلیق انجم کی دریافت ہے(۱۷) جو خطوط غالب کامل کا حصہ نہیں ہے۔ مہر کے ہاں خط نمبر ۱۹ کے اختتامی کلمات میں: " مرقومہ سہ شنبہ ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ء۔ غالب "(۱۸) درج ہیں۔ خلیق کے ہاں یہ ترتیب کے لحاظ سے بیسواں خط ہے، اس کے اختتامی کلمات " مرقومہ سہ شنبہ ۱۹، ماہ اپریل ۱۸۵۹" درج ہیں۔ اس میں "ماہ" کا اضافہ ہے اور " غالب " کا نام بھی درج نہیں ہے۔(۱۹)

خطوط غالب کامل میں خط نمبر ۲۰ کے آخر میں " چہار شنبہ ۲۲ اپریل ۱۸۵۹ء " درج ہے۔(۲۰) غالب کے خطوط جلد سوم میں " چار شنبہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء درج ہے۔ حواشی میں وضاحت کی ہے کہ تقویم کے لحاظ سے چار شنبہ کو ۲۲ اپریل کے بجائے ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء تاریخ بنتی ہے۔(۲۱) واضح رہے کہ خلیق کے ہاں اس کی ترتیب خط نمبر ۲۱ ہے۔ "خطوط غالب کامل" میں خط نمبر ۲۱ کے آخر میں تاریخ مرقومہ کے ساتھ غالب بھی لکھا ہے۔(۲۲) جبکہ غالب کے خطوط جلد سوم میں صرف آخر میں تاریخ مرقومہ درج ہے، غالب نہیں لکھا۔(۲۳) "خطوط غالب کامل" میں خط نمبر ۲۲ کے آخر میں تاریخ کے ساتھ "غالب" بھی لکھا ہے۔(۲۴) جبکہ یہی خط " غالب کے خطوط، جلد سوم " میں تئیسواں ہے۔ اس کے آخر میں صرف تاریخ

لکھی ہے 'غالب' نہیں لکھا۔(۲۵) "خطوط غالب، کامل" کے اختتام پر یوں لکھا ہے:

"مرقومہ چہار شنبہ ۱۷ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر۔۔۔۔غالب"(۲۶) یہ خط نمبر ۲۴ ہے۔ غالب کے خطوط، جلد سوم میں یہ خط نمبر ۲۵ ہے۔ اس کے آخر میں یوں درج ہے:

"مرقومہ، چہار شنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ء وقت دوپہر۔(۲۷) اس میں غالب درج نہیں ہے جبکہ اگست سے پہلے "ماہ" کا اضافہ ہے۔ یہی کیفیت خط نمبر ۲۶ کے آخر میں دیے گئے کلمات کی ہے۔ "خطوط غالب کامل" مرتبہ غلام رسول مہر کے ہاں یہ خط نمبر ۲۵ ہے۔ دن، تاریخ اور سال کے ساتھ غالب بھی لکھا ہے۔ جبکہ غالب کے خطوط جلد سوم، مرتبہ خلیق انجم کے مرتبہ خطوط میں دن، تاریخ اور سال درج ہے۔ غالب درج نہیں ہے۔(۲۸) "خطوط غالب کامل" میں خط نمبر ۲۷ کے آخر میں چہار شنبہ لکھا ہے جبکہ یہی خط غالب کے خطوط جلد سوم میں بہ ترتیب نمبر ۲۸ پر ہے۔ یہاں آخر میں چار شنبہ درج ہے،(۲۹) املا کا فرق پایا جاتا ہے۔ اسی طرح غالب کے خطوط، جلد سوم میں خط نمبر ۲۹ کے آخر میں "یکشنبہ" ملا کر لکھا گیا ہے اور "از غالب" درج ہے۔(۳۰) جبکہ خطوط غالب کامل میں یہ خط نمبر ۲۸ ہے اور آخر میں "یک شنبہ" الگ الگ لکھا گیا ہے اور صرف "غالب" درج ہے۔(۳۱) مہر کے ہاں خط نمبر ۲۹ کے آخر میں "سہ شنبہ ۳ مارچ ۱۸۶۰ء درج ہے۔ خلیق کے ہاں یہ خط نمبر ۳۰ ہے اور آخر میں دلائل اور تقویم کی رو سے "سہ شنبہ ۱۳ مارچ ۱۸۶۰ء درج ہے۔ انھوں نے مہر کے ہاں اسے سہو کاتب سے بھی تعبیر کیا ہے۔(۳۲) خلیق انجم نے خط نمبر ۳۱ کے آخر میں "از غالب" لکھا ہے۔(۳۳) جبکہ مہر کے ہاں صرف "غالب" ہے۔(۳۴) مہر کے ہاں خط نمبر ۳۲ کے آخر میں تاریخ ندارد (۳۵) خلیق انجم کے ہاں یہ خط نمبر ۳۳ ہے اور انہوں نے داخلی شواہد سے کام لیتے ہوئے تاریخ اور دن کا تعین کیا ہے "دوشنبہ ۲۵ جون ۱۸۶۰ء۔(۳۶) خلیق انجم نے خط نمبر ۳۶ کے آخر میں صرف تاریخ درج کی ہے "۳ مئی ۱۸۶۳ء"(۳۷) اور کسی قسم کا نام یا تخلص مرقوم نہیں ہے۔ مہر کے ہاں اس کی ترتیب نمبر ۳۵ ہے، وہ درست نہیں، پچھلے اوراق میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے تاریخ کے ساتھ "غالب" بھی لکھا ہے۔(۳۸)

۱۸۵۷ء کے حالات نے غالب کے دل و دماغ پر گہرے اثرات چھوڑے۔ جہاں ان کا کتب خانہ لٹ گیا، دوست احباب جنگ کی نذر ہو گئے۔ دلی کی رونقیں ملیامیٹ ہو گئیں، وہاں معاشی حالات اس قدر تنگ ہو گئے کہ کھانے کے بھی لالے پڑ گئے۔ اپنی گم شدہ متاع کی بازآوری کے لیے شاگردوں اور احباب سے اپیل کی کہ اگر کہیں میرا علمی و تخلیقی سرمایہ بکتا ہوا نظر آئے تو خرید کر مجھے بھجوا دیں، تو میں ادائیگی کر دوں

گا۔اس عرصہ میں غدر کے حالات پر مبنی آنکھوں دیکھے حالات "دستنبو" کی صورت میں مجتمع کیے جو غدر کے بعد سو سالوں میں چھاپے کی صورت میں بزبان فارسی منظر عام پر آئی،جو انگریز افسران کو اور انگلینڈ بھجوائی۔ باقی ہندوستان کے دیگر علاقوں خاص طور پر پنجاب میں بھیجی گئی، جس کے بکنے پر غالب نے مسرت کا اظہار کیا۔(۳۹) ریختہ میں کہنے کی کوئی صورت نہ بنی یہاں تک فارسی میں غزل نہیں لکھی ماسوائے دو قصیدوں کے۔ منشی شیو نرائن آرام کے نام خط نمبر ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ میں نے دو قصیدے لکھے ہیں،ایک اپنے مربی قدیم فریڈرک اڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک منٹگمری صاحب کی مدح سرائی میں۔ ایک پچپن شعر کا اور دوسرا چالیس بیت کا۔ تمھاری جان کی قسم ہے میاں کہ اب میرا ریختہ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ان دو برس میں صرف پچیس تیس شعر جو قصیدے کی طریق میں لکھے تھے، صرف تمھاری خاطر لکھے تھے۔اس کے سوا میں نے کوئی ریختہ اگر کہا ہو تو گناہگار ہوں گا۔(۴۰)

غالب کو فرمائش کی گئی کہ اردو میں لکھا کرو،اس کے جواب میں منشی شیو نرائن آرام کے نام لکھتے ہیں:

> "میاں!اردو کیا لکھوں؟میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر اردو کی فرمائش ہو؟خیر ہوئی،اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں؟کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔پنسن مل جائے،حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں۔پیٹ پڑے روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں۔(۴۱)

غالب کے عہد میں مقتدرہ کی زبان فارسی تھی۔غالب اردو کے بجائے اپنے فارسی کلام کو معتبر سمجھتے تھے اور اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔اہل ایران کے نامور فارسی شعرا کے ناقد تھے۔محمد حسین برہان کی "فرہنگ فارسی"،برہان قاطع پہلی مرتبہ کلکتہ سے ۱۸۱۸ء میں چھپی۔غالب نے اس کے جواب میں "قاطع برہان" اور بعد میں "درفش کاویانی" کے نام سے رسالہ لکھ کر اس کی اغلاط کی نشان دہی کی۔اردو میں لکھنے کی فرمائش پر کہتے ہیں کہ معاشی صورت حال بہتر ہو تو اس طرف توجہ دوں۔جب پیٹ بھرے گا تو کچھ اردو لکھنے کی سوجھے گی۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی(۴۲) کے حوالے سے غالب کا دردمندانہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "بھائی!ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا،لاکھوں مر گئے،جو زندہ ہیں ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں،جو زندہ ہے،اس میں مقدور نہیں۔میں ایسا جانتا ہوں کہ یا صاحبان انگریز کی خریدار ہی آئی ہو گی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوں گی،یورپ میں کم بکی ہو گی۔(۴۳)

منشی شیو نرائن آرام کے مطبع مفید خلائق آگرہ سے "دستنبو" کی پہلی مرتبہ اشاعت ہوئی،جس میں ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں کا آنکھوں دیکھا حال بزبان فارسی غالب نے لکھا ہے،جس کا بعد میں اردو ترجمہ بھی

ہوا۔ غالب اس کتاب کی فروخت کے حوالے سے منشی شیو نرائن آرام سے گفتگو کر رہے ہیں۔غالب اپنے عہد کے نابغہ تھے،لغات کا وسیع علم رکھتے تھے۔اساتذہ کے کلام پر گہری نگاہ تھی۔اپنے شاگردوں کے کلام کی اصلاحیں کرتے ہوئے کوئی چیز نظروں سے اوجھل نہ ہوتی تھی۔لغات اور اشعار کی مثالوں کے ساتھ ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔علاوہ ازیں چھاپہ خانہ کے معاملات پر بھی ان کی معلومات قابل رشک تھیں۔کتاب کتنے جزو کی ہو؟ مسطر کتنی سطر کا ہو؟ حاشیہ کی کیا کیفیت ہو؟کاپی حتی الوسع تصحیح شدہ ہو،کاغذ کیسا ہو؟کہاں کا بنا ہو؟ حاشیہ پر لغات کے معنی لکھنے میں متن سے کتنا فرق ہو؟ قلم خفی ہو یا جلی ہو،جلد بندی کیسی ہو اور دیگر امور بھی۔ان معاملات کے بارے میں منشی شیو نرائن کو لکھے گئے خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"کتاب دو جزیا چار جزو کی ہو۔چھ جزو سے کم نہ ہو۔مسطر دس گیارہ سطر کا ہو،مگر حاشیہ تین طرف سے بڑا رہے۔شیرازہ کی طرف کا کم ہو۔۔۔۔۔کاپی کی تصحیح ہو۔غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔۔۔۔۔کاغذ "شیورام پوری" ہو،خیر،مگر سفید اور مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔پھر یہ کہ حاشیہ جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اس کی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو۔حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کے خفی ہو۔(۴۴)

ذیل میں منشی شیو نرائن آرام کے نام لکھے مکاتیب کا اجمالی لسانی جائزہ پیش خدمت ہے،جس سے غالب کی زبان روزمرہ، تصحیحات اور ان کی لسانی مہارت کے بارے میں پتہ چلتا ہے:

وہ پولیس کے پچھواڑے رہتے ہیں۔	ص:۱۰۵۲
اس کو جھیل ڈالیے گا۔	ص:۱۰۵۳
مچھیارنڈی کا گھر	ص:۱۰۵۴
کرایہ او گاہ کر	ص:۱۰۵۵
سونچو	ص:۱۰۵۶
لمبر	ص:۱۰۵۸
سونچا	ص:۱۰۶۰

لسانیات غالب کے مزید نمونے ملاحظہ ہوں:

"وے" یہ گنوارو بولی ہے۔"وہ" ٹھیٹ اردو ہے۔"کرانا" یہ بیرون جات کی بولی ہے۔"کروانا" یہ فصیح ہے۔"راجے" یہ غلط ہے۔"راجا" صحیح ہے۔

چیف سکرتر،لفٹنٹ	ص:۱۰۶۰
دلی گزٹ	ص:۱۰۶۱

"مہر نیم ماہ" نہیں اس کا نام "مہر نیمروز" ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے۔ ص:۱۰۶۲

قلمی فارسی کا کلیات، قلمی ہندی کا کلیات، قلمی "پنج آہنگ"، قلمی "مہر نیمروز" ص:۱۰۶۴

گورمنٹ ص:۱۰۶۵

کھدواؤ، کھد چکے، کھد جائے، کھدے ص:۱۰۶۷

زورِ قلم دکھانا، تبرید کرنا، قے کا ہونا، کھدنی ص:۱۰۲۴

دستوں کا آنا ص:۱۰۶۷

منگواؤں، بھجواؤں، اطراف و جوانب، پارسل، پم فلٹ، پاکٹ، اسٹامپ پیڈ، امام باڑہ،

پارسلوں، صاحبوں ص:۱۰۶۸

خواہ نہ خواہی، ورنہ میں مشوش رہوں گا۔ ص:۱۰۶۹

قلمی دیوان جو اتم اور اکمل تھے، وہ لٹ گئے ص:۱۰۷۰

رسالہ "بغاوت ہند" ماہ بہ ماہ اور "معیار الشعرا" ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے۔ ص:۱۰۷۶

اشتیاقِ دیدار ص:۱۰۷۷

تمھاری کتاب میں نے دبار کھی ہے ص:۱۰۸۳

ذرا تصحیح کا بہت خیال رکھیو۔ ص:۱۰۸۳

منشی شیو نرائن آرام (۱۸۳۴ء۔۱۸۹۴ء، بہ عمر چونسٹھ برس) کے نام غالب کے ۳۵ خطوط ہیں۔

منشی شیو نرائن کو غالب نے مختلف القابات سے یاد کیا ہے، جو اس طرح ہیں:

۔صاحب

۔شفیق میرے، مکرم میرے، منشی شیو نرائن صاحب

۔مہاراج

۔برخوردار منشی شیو نرائن

۔نور بصیرت، لختِ جگر جفشی، شیو نرائن کو دعا پہنچے

۔برخوردار اقبال نشان منشی شیو نرائن

۔برخوردار کامگار

۔میاں

۔برخوردار کامگار، منشی شیو نرائن طولعمرہ درازقدرہ

۔صاحب

۔برخوردار اقبال نشان

خط نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں بغیر القاب مدعا بیان کیا ہے:

'صاحب'، 'بھائی'، برخوردار منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے'، 'برخوردار نور چشم منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے'، برخوردار کو بعد دعا کے'، 'میاں'، 'کیوں میری جان'، 'میری جان'، برخوردار اقبال آثار منشی شیو نرائن'

غالب نے پینتیس مکاتیب میں چھ مرتبہ 'صاحب'

پانچ مرتبہ 'میاں'

چودہ مرتبہ 'برخوردار'

ایک مرتبہ 'شفیق، مکرم'

ایک مرتبہ 'نور بصیرت، لخت جگر

دو مرتبہ 'بھائی'

دو مرتبہ 'میری جان'

ایک مرتبہ 'مہاراج' لکھا ہے۔ یہ صرف منشی شیو نرائن کے نام لکھے گئے خطوط میں لکھے گئے القاب ہیں جو اپنائیت پر مبنی ہیں۔

غالب کے یہ خطوط جہاں منشی شیو نارائن (۴۵) آرام کے ساتھ ان کی قلبی کیفیت کا اظہار ہیں۔ غالب انہیں اپنے دو پوتوں کی مانند اپنا تیسرا پوتا قرار دیتے ہیں۔ اپنے خط میں لکھتے ہیں، بہ ترتیب یہ تیسواں خط ہے:

> "برخوردار منشی شیو نرائن کو دعائے دوام دولت پہنچے۔ کل تمھارا خط پہنچا، دل خوش ہوا۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں یہ دو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چوں کہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد میں تمھارے یہ۔(۴۶)

منشی شیو نرائن آرام کے بزرگوں اور غالب کے بزرگوں میں دوستانہ اور برادرانہ مراسم قائم تھے لیکن غالب اس بات سے جب تک لاعلم رہے وہ اپنے خطوط میں انہیں "صاحب"، "شفیق میرے، مکرم میرے، منشی شیو نرائن صاحب"؛ "مہاراج" ایسے القابات لکھتے رہے۔ جب ان کی اصلیت ان پر کھلی تو القابات میں پدرانہ شفقت در آئی۔ خط نمبر ۵ میں القابات کے طور طریقے بدل گئے اور لکھا کہ برخوردار! نورِ چشم منشی شیو نرائن جب یہ معلوم ہوا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو پھر معلوم ہوا کہ میرے فرزند کی مانند ہو۔ اب تمہیں مشفق و مکرم لکھوں گا تو گنہگار ہوں گا۔(۴۷)

پھر اسی خط میں غالبؔ نے اپنے خاندان اور منشی شیو نرائن کے خانداب کی باہمی رفاقت اور آمیزش کا حال اجمالاً تحریر کیا ہے کہ تمھارے دادا منشی بنسی دھر اور میں ہم عمر تھے اور ہماری عمروں کے مابین انیس بیس کا فرق ہو گا۔ باہم شطرنج کھیلتے اور بہت محبت پائی جاتی تھی۔ چونکہ ان کا گھر بہت زیادہ دور نہ تھا اس لیے آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی، وقت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے جب چاہتے تھے، آتے چلے جاتے۔ بس ان کے اور ہمارے مکان میں مچھیارنڈی کا گھر اور ہمارے دو کڑے درمیان موجود تھے۔(۴۸)

خط کیا ہے، بچپن کی میٹھی میٹھی یادوں کا البم ہے جن میں لڑکپن اور نوجوانی کے رسیلے سنگیت ہیں، سجن بیلی ہیں، بزرگوں کی شفقتیں ہیں، پتنگ اڑانا اور پتنگ لڑانا اور جوانی کے مشغلوں کا تذکرہ ہے۔ کٹھیم گاؤں کی جاگر، کٹھیا والی حویلی، سلیم شاہ کا تکیہ، حویلی اور کالے محل سے لگی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کڑا جو گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کشمیرن والا کڑہ، غرض خط میں سینے میں دبی سنہری یادیں اپنے پورے جلال و جمال کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ خط نمبر ۳۶ میں منشی شیو نرائن کو لکھتے ہیں کہ تمھاری تحریر ملی گویا تمھاری تصویر ملی۔ میری عمر ستر برس ہے اور تمھارا دادا اور میں ہم عمر تھے۔ اپنے نانا خواجہ غلام حسین مرحوم صاحب سے سنا کہ تمھارے پردادا کو وہ اپنا دوست بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اور تمھاری ملاقات سو سوا برس سے ہے۔(۴۹)

غالب اپنی زندگی میں مختلف عوارض کا شکار ہے۔ تنگدستی کا عارضہ، پنشن بند ہونے کا عارضہ، یکے بعد دیگرے اولاد کی اموات، عزیز و اقارب کی اموات، ۱۸۵۷ کا سانحہ جاں گسل اور سب سے بڑھ کر صحت کا عارضہ، پھوڑے پھنسیوں نے غالب کی زندگی اجیرن کئے رکھی اور وہ کھاٹ سے لگ گئے۔ اٹھنا، بیٹھنا دوبھر ہو گیا۔ بول براز کے لیے حاجتی کے محتاج ہو گئے۔ منشی شیو نرائن کے نام اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "لو اب میری حقیقت سنو، چھٹا مہینا ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی ہوئی، پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی۔ پھوڑا پک کر، پھوٹ کر، ایک زخم، زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا، بگڑتا گیا، دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیاں دوڑ رہی ہیں، استرے سے گوشت کٹ رہا ہے، بیس بیس دن سے صورت افاقت کی نظر آنے لگی ہے۔(۵۰)

اسی خط میں مزید اپنی بیماری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بھائی اب تو یہ حال ہے کہ دائیں ہاتھ کے زخم کے علاوہ سیدھی ران میں بھی اور بائیں ہاتھ میں بھی ایک ایک پھوڑا ہے۔ اب تو میں حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں، اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہے۔(۵۱)

۱۸۵۷ء کے "رستخیز ہند غوغائے سپاہ" کے بعد سے غالب مسلسل اپنی وفات تک مختلف بیماریوں سے چومکھی لڑتے رہے۔ اس عہد کی کربناک صورت حال سے نہ صرف خود دوچار ہوئے بلکہ عوام کو سسکتے، بلکتے، فاقوں مرتے، انگریزوں کے قیامت خیز مظالم برداشت کرتے دیکھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر تھمنے کے بعد انگریزوں نے سینکڑوں بے گناہ لوگوں کو محض شک کی بنا پر سولی پر لٹکا دیا۔ ہزاروں لوگوں کو بڑے بڑے کڑھاؤ میں کھولتے تیل میں زندہ بھون دیا گیا، گھروں کو مسمار کر کے انہیں دربدر کی خاک چھاننے پر مجبور کر دیا گیا۔ کالے پانی کی سزائیں دی گئیں۔ زمین، جائیداد چھین لی گئی، پنشن بند کر دی گئی۔ خود غالب کئی سال تک پنسن کھلنے کا انتظار کرتے رہے۔ اس کے لیے انہوں نے بہت سے پاپڑ بیلے۔ انگریز افسران کی شان میں قصائد لکھے۔ دوست، احباب کے ذریعے بھی اس باب میں سعی وجد وجہد کی۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تب جا کر انہیں گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ پنسن کھلا اور غالب کی معاشی مشکلات کا عقدہ وا ہوا۔ منشی شیو نرائن ارام کے نام لکھے گئے خطوط تعداد کے لحاظ سے کم ہیں لیکن یہ غالب کی فہم و فراست، مصلحت پسندی، حکمت و دانائی، علم السنہ، علم لغت، علم بحور و عروض، شاعری کی نزاکتوں، تاریخی شعور سے آگہی، عصری شعور سے جانکاری اور خطوط نویسی کی بے مثل صفات سے آراستہ ہیں۔ غلام رسول مہر نے ان خطوط پر حواشی لکھ کر ان کی اہمیت دوچند کر دی ہے، جن کی بدولت خطوط میں رمز و ایمائیت کی گتھیاں سمجھنے میں قاری کے لیے آسانی ہو گئی ہے۔ مہرؔ نے یہ خطوط بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں مرتب کئے تھے۔ غلام رسول مہرؔ (۱۸۹۵۔۱۹۷۱ء) تو دنیا میں نہیں رہے لیکن ان کے علمی و ادبی کارنامے قارئین کے لیے آج بھی مشعل راہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) منشی شیو نرائن آرام (پ:۱۸۳۴–م:۱۸۹۴)، اردو فارسی تعلیم کے ساتھ مسٹر فیلن سے انگریزی بھی پڑھی۔ گارساں دتاسی کے بیان کے مطابق دہلی کالج میں پڑھے اور وہاں پروفیسر بھی رہے۔ آگرہ سے "مفید خلائق" اخبار نکالا اور اسی نام سے آگرہ میں مطبع بھی جاری کیا۔ علاوہ ازیں آفتاب عالم داغ، معیار الشعرا، بغاوت ہند، اخبار بھی نکالتے تھے۔ غالب کی تصنیف بزبان فارسی 'دستنبو' پہلی مرتبہ اسی مطبع سے چھپی۔ غالب کے ساتھ ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۰ء تک خاصی خط و کتابت رہی۔ مئی ۱۸۶۳ء میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ (بحوالہ خطوط غالب کامل، مرتبہ: غلام رسول مہر، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار سوم، ۱۹۶۲، ص:۲۳۹)

(۲) جملہ "جو تم نے مجھے تھے ہونا چاہیے تھا" لیکن پروف اور تدوینی مسائل پر توجہ نہ ہونے کے سبب اس طرح کے تسامحات نے خطوط غالب کی ادبی وقعت پر اثر ڈالا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اس جانب توجہ مبذول کروائی ہے کہ آج

تک غالب کے خطوط کا کوئی مجموعہ اتنا غلط نہیں چھپا، جتنا کہ "خطوط غالب" ہے۔ متن کی حالت یہ ہے کہ کوئی صفحہ ایسا نہیں ہے جس میں آٹھ دس سے کم غلطیاں ہوں۔(غالب کے خطوط، جلد اول، مرتبہ: خلیق انجم، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت سوم،۲۰۰۸ء، ۵۲)۔

(۳) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بار سوم، ۱۹۶۲ء)،۷۔

(۴) خلیق انجم، غالب کے خطوط، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت سوم،۲۰۰۸ء)،۱: ۹۳۔

(۵) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۴۹،۱۰۴۸۔

(۶) ایضاً،۱۳۶۵۔

(۷) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل، ۲۴۴۔

(۸) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۵۴۔

(۹) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۴۶۔

(۱۰) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۵۶۔

(۱۱) ایضاً،۱۰۵۹۔

(۱۲) ایضاً،۱۰۶۲۔

(۱۳) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۵۱۔

(۱۴) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۶۳۔

(۱۵) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۵۲۔

(۱۶) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۶۵۔

(۱۷) ایضاً،۱۰۶۹۔

(۱۸) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۵۷۔

(۱۹) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۷۲۔

(۲۰) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۵۸۔

(۲۱) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۷۴،۱۳۶۷۔

(۲۲) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۵۹۔

(۲۳) خلیق انجم، غالب کے خطوط، ۳: ۱۰۷۵۔

(۲۴) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۶۰۔

(۲۵) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۱۰۷۵۔

(۲۶) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۶۱۔

(۲۷) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۱۰۷۷۔

(۲۸) ایضاً،۱۰۷۷۔

(۲۹) ایضاً،۱۰۷۹۔

(۳۰) ایضاً،۱۰۷۹۔

(۳۱) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۶۳۔

(۳۲) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۳۶۸،۱۰۸۰۔

(۳۳) ایضاً،۱۰۸۱۔

(۳۴) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۶۴۔

(۳۵) ایضاً،۲۶۵۔

(۳۶) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۸۳۔

(۳۷) ایضاً،۱۰۸۶۔

(۳۸) غلام رسول مہر، خطوط غالب، کامل،۲۶۷۔

(۳۹) خط بنام منشی شیو نرائن آرام، مشمولہ غالب کے خطوط،۳: ۱۰۲۱۔

(۴۰) ایضاً،۱۰۷۳۔

(۴۱) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۶۹۔

(۴۲) انگریز اسے غدر کا نام دیتے ہیں۔

(۴۳) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۷۱۔

(۴۴) مکتوب بنام منشی شیو نرائن آرامؔ، محررہ سہ شنبہ ۳۱ ماہ اگست ۱۸۵۸، راقم اسد اللہ، مشمولہ خطوط غالب، کامل، مرتبہ: غلام رسول مہر، لاہور، بار سوم، ۲۴۲، ۱۹۶۲ء۔

(۴۵) خلیق کے ہاں اس کا املا یہی ہے جبکہ غلام رسول مہرؔ نے "نرائن" لکھا ہے۔

(۴۶) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۷۹۔

(۴۷) ایضاً،۱۰۵۴۔

(۴۸) خلیق انجم، غالب کے خطوط،۳: ۱۰۵۴۔

(۴۹) ایضاً،۱۰۸۵۔

(۵۰) ایضاً،۱۰۸۵۔

(۵۱) ایضاً،۱۰۸۵۔

❖❖❖